دوسرے انسان کے درمیان کوئی وجہ امتیاز نہیں، تسلیم کر لیا گیا ہے اور قانون اور اخلاق کی حدود کے اندر رہ کر اُسے پوری آزادی ملے گی کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے پنپنے کی سعی کرے۔ یہ شقیں جب ان کے ساتھ پڑھی جائیں جن میں اسلامی اصولوں کی طرف اشارات ہیں تو اُن تمام شکوک کا ازالہ ہو جانا چاہیے جو اب تک اقلیتوں کے دماغوں میں جاگزیں ہیں۔

"قرارداد" کی ایک اور اہم شق عدلیہ کی آزادی سے متعلق ہے۔ عدلیہ کی خود مختاری، ایک فرد یا ایک اقلیت کے لیے، اکثریت کے ظلم یا تشدد کے خلاف، سب سے مضبوط پشت پناہ کا کام دے گی۔ یہ اعلانات ایک دینی آمریت کے تصور سے متناقض ہیں۔ اس امر کا ذکر بھی بے سود نہ ہو گا کہ آئندہ دستور ایک وفاقیہ کی شکل اختیار کرے گا، جہاں وفاقی اکائیوں کو خود اختیاری حاصل ہو گی، البتہ ان اکائیوں کے اختیار و اقتدار کا تعین اور ان کی تحدید، وفاقی مرکز کی مضبوطی اور کارکردگی میں اضافہ کے خیال سے ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ وفاقی اکائیوں کو اپنی آبادی کے مفاد اور اس کے خاص حالات کے پیش نظر، پھولنے پھلنے کے لیے، تمام جائز سہولتیں مہیا ہوں گی۔

حیثیتِ مجموعی دیکھا جائے تو "قرارداد مقاصد" ایک ایسے دستور کی نشاندہی کرتی ہے جس کے زیرِ سایہ شہریوں کا کوئی طبقہ گھٹی ہوئی زندگی گزارنے پر مجبور نہ ہو گا۔ اقلیتوں کو پاکستان کی ترقی اور عظمت میں پورا حصہ لینے کے مواقع ملیں گے، اور اس اعزاز کی تحقیر نہیں کی جاسکتی۔ اقلیتوں کے سامنے ایک بھرپور اور کامیاب زندگی کا میدان کھلا ہے۔ ہم سب کی دعا یہی ہونی چاہیے کہ یہ تجربہ جو ابدی، روحانی اور اخلاقی اصولوں کی روشنی میں دستور وضع کرنے کا کیا جا رہا ہے، بار آور ہو اور بنی نوع انسان کی منظم ترقی اور بہبود میں معاون ہو — پاکستان زندہ باد!

عبدالکریم عابد

مسیحی احتجاج

توہین رسالت کے قانون پر سزا کے خلاف احاطہ عدالت کے سامنے جان جوزف کی خودکشی اور فیصل آباد، ساہیوال، سمندری میں مسیحیوں کے احتجاجی مظاہروں نے ناخوشگوار صورت حال پیدا کر دی ہے اور پاکستان میں مسلم - مسیحی تعلقات میں اس سے جو کشیدگی ہو گئی ہے، اس کا جلد از جلد ازالہ ہونا چاہیے۔ مسلمانوں، عیسائیوں اور پاکستان کا مفاد اسی میں ہے، لیکن کشیدگی کو بڑھانے اور ہوا

دینے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اس میں اندرون ملک اور بیرون ملک کے دو طرفہ عناصر شامل ہیں۔ دراصل یہ ایک سازش ہے کہ پاکستان کی مسیحی برادری میں بے چینی پیدا کی جائے اور اسے مسلمانوں سے ٹکرایا جائے۔ اس سازش پر عرصہ سے عمل ہو رہا ہے۔ اندرون ملک اس میں وہ لوگ پیش پیش ہیں جو عیسائی نہیں ہیں، مسلمان ہیں، مگر انہیں اسلام اور پاکستان دونوں ناپسند ہیں اور وہ اپنی پاکستان دشمنی کے سلسلہ میں مسیحی برادری کو پاکستان سے متصادم کر کے خوش ہو رہے ہیں اور یہی لوگ اصل میں عیسائیوں کو ایجی ٹیشن پر اکسا رہے ہیں۔ بیرونی سطح پر بھی مخالف پاکستان ذہن موجود ہے اور یہ پروپیگنڈا ہے کہ پاکستان میں تمام شہریوں کو برابر کے حقوق حاصل نہیں اور مذہب کی بنا پر امتیازات ہیں، عیسائیوں کو دوسرے درجہ کا شہری بنایا گیا ہے اور انہیں مکمل حقوق حاصل نہیں۔ اس طرح کا پروپیگنڈا ایک عرصہ سے ہے اور پاکستانی عیسائیوں کے ذہنوں کو زہر آلود کرنے میں یہ عناصر کافی کامیاب ہو چکے ہیں، لیکن مسیحی برادری کو یہ سمجھنا چاہیے کہ کسی ایجی ٹیشن کے چکر میں پڑ کر وہ خود بھی نقصان میں رہے گی اور پاکستان کو بھی نقصان پہنچائے گی۔ پاکستان میں عیسائیوں کی غالب اکثریت فرزند زمین ہے۔ کراچی میں یا دوسرے ہندوستانی علاقوں سے آنے والے عیسائی اور ان کی اولاد کے مقابلہ میں پنجاب کی مقامی آبادی کے عیسائی بہت زیادہ ہیں۔ وہ عام محنت کش ہیں، کاشت کار ہیں، زمیندار ہیں، دیہاتوں میں ان کے چکوک ہیں، شہروں میں ان کی آبادیاں ہیں، سرکاری ملازمتوں میں بھی وہ اپنی آبادی کے تناسب سے کہیں زیادہ ہیں۔ فوج میں بھی یہ ہیں اور یہ اچھی بات ہے کہ مسیحی برادری منظم حالت میں ہے۔ ان کے پادری بھی ان کے حقوق و مفادات کے لیے آواز اٹھاتے رہتے ہیں اور ہر سطح پر مسیحی لیڈر شپ بھی موجود ہے جو اس فرقے کے جذبات کی ترجمانی کرتی ہے، لیکن اس تنظیم کو ٹکراؤ پیدا کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ اس طرح وہ ایک سازش کا آلہ کار بن جائیں گے۔ پاکستان میں عیسائیوں کو ہر طرح کی آزادی حاصل ہے۔ وہ اس آزادی کا فائدہ اٹھائیں، لیکن توہین رسالت کے حق پر اصرار نہایت اشتعال انگیز بات ہے۔ اس طرح کی آزادی کسی کو نہیں دی جا سکتی جس کے ذریعے دوسروں کے مذہب، مقدس ہستیوں کی توہین کو جائز قرار دیا جائے۔ مسلمانوں کا تو یہ عقیدہ ہے کہ کسی مذہب کے بزرگوں کی توہین نہیں ہونی چاہیے تاکہ کسی کی دل آزاری نہ ہو۔ اگر کوئی ایسا جرم کرتا ہے تو اس کی سزا اسے ملے گی اور کسی کے خلاف غلط الزام عائد کیا گیا ہے اور اسے دشمنی کی بنیاد پر مقدمہ میں پھانسا گیا ہے تو عدالتوں سے انصاف حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اگر اس قانون پر عمل درآمد کے طریقے کو بہتر بنانے کے لیے کچھ تجاویز ہیں تو انہیں بھی غور کے لیے پیش کیا جا سکتا ہے، لیکن توہین رسالت پر بطور حق اصرار محض شر و فساد کی نیت سے ہے اور یہ شر پھیلانے والے عام عیسائیوں کو غلط پروپیگنڈے کا شکار بنا کر انہیں ایجی ٹیشن کی راہ پر ڈالنا

چاہتے ہیں، حالانکہ پاکستان میں مسلم - مسیحی مفادات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ بر صغیر میں ہندو-مسلم کشمکش کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان کے درمیان معاشی مفادات کا تصادم تھا۔ مسلمان آبادی ساہوکاروں اور زمینداروں کے چنگل سے آزادی چاہتی تھی۔ بنگال کے ہندو زمیندار بن گئے تھے اور ان کا مسلمانوں سے سلوک بہت برا تھا۔ سندھ اور پنجاب میں ہندو، سکھ ساہوکار مسلمانوں کا استحصال کر رہے تھے، ملازمتوں میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کشمکش تھی، وہ آپس میں کاروباری حریف بھی تھی اور ہندوؤں کو مسلمانوں کا تجارت میں آگے بڑھنا پسند نہیں تھا۔ اس کے علاوہ تہذیبی تضاد بھی تھا اور ہندوؤں کے عزائم بھی مسلمانوں کے حق میں برے تھے، لیکن پاکستان میں اس طرح کی کوئی بات نہیں۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان کسی طرح کی معاشی کشمکش نہیں ہے۔ عیسائیوں سے نفرت یا عناد موجود نہیں ہے۔ تہذیبی طور پر عیسائیوں کی غالب اکثریت پنجاب میں ہے۔ وہ پنجابی زبان بولتی ہے، پنجابیوں کا ہی لباس پہنتی ہے، بلکہ عیسائی، جو پنجاب میں لاکھوں کی تعداد میں ہیں، پنجابی کلچر کے زیادہ نمائندہ ہیں اور عام آبادی میں گھلے ملے ہوئے ہیں۔ اب زیادہ تر ان کے نام بھی عام مسلمانوں کے ناموں کی طرح ہوتے ہیں، انگریزی نام رکھنے کا رواج ختم ہو تا جا رہا ہے، اور یہاں تک بھی ہے کہ گرجاؤں میں عبادت کے لیے بھی اردو اور پنجابی زبان استعمال کی جاتی ہے۔ ہماری نعتوں کے طرز پر حضرت عیسیٰؑ کی شان میں اردو پنجابی نعتیں لکھی جاتی ہیں اور تہواروں کے مواقع پر عیسائی نوجوانوں کی ٹولیاں نعتیں گاتی پھرتی ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ عیسائیوں کو جداگانہ انتخاب کے تحت اپنے نمائندے آپ چننے کا حق دیا گیا ہے۔ یہ وہ حق ہے جس کے لیے مسلمانان ہند عرصہ تک کوشاں رہے، لیکن ہندوؤں نے انہیں یہ حق نہیں دیا اور آخر کار انہیں پاکستان بنانا پڑا۔ اب بھی وہ ہندو ہندوستان میں مسلمانوں کو جداگانہ انتخاب کا حق دینے کے لیے تیار نہیں ہیں، بلکہ اب تو جداگانہ خاندانی عائلی قوانین کا حق بھی مسلمانوں سے چھیننے کی تجویز ہے۔ ہندو ہندوستان میں مسلمانوں کی اس حالت کا اگر عیسائی اپنی حالت سے موازنہ کریں تو انہیں خوشی ہونی چاہیے اور اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ وہ ہر لحاظ سے بہتر حالت میں ہیں۔ ان کے مفادات کی حفاظت کے لیے یورپی ملکوں کے سفارت خانے بھی ہیں اور مغرب کا میڈیا بھی ان کی پشت پر ہے۔ اس لحاظ سے وہ کمزور نہیں، طاقتور ہیں، لیکن بلاوجہ کے مطالبات کھڑے کر کے اور ایجی ٹیشن پھیلا کر مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان رواداری کی فضا کو نقصان پہنچانے سے انہیں باز رہنا چاہیے۔

مسلمانوں کا مذہب اہلِ کتاب کو خاص اہمیت اور درجہ دیتا ہے۔ انہیں مشرکین کی سطح سے الگ اور اوپر رکھا گیا ہے۔ ان کے تمام پیغمبر جن کا بائبل میں تذکرہ ہے، انہیں ہم اپنا بھی پیغمبر مانتے ہیں اور خاص طور پر حضرت عیسیٰؑ کو تو خصوصی درجہ دیا جاتا ہے۔ ان کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ

وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے، انہوں نے گہوارے میں کلام کیا، انہیں موت نہیں آئی، وہ آسمان پر زندہ اٹھا لیے گئے اور دنیا میں واپس آکر حق و صداقت کا بول بالا کریں گے۔ حضرت عیسیٰ ہی کے بارے میں مسلمانوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰ کا اس درجہ احترام کرنے پر عیسائیوں کو مسلمانوں سے خوش ہونا چاہیے اور انہیں اپنا دوست سمجھنا چاہیے۔ جب نہ معاشی ٹکراؤ ہے، نہ تہذیبی تضاد ہے اور مسیحی فرقے کے پنپنے کے لیے تمام آزادیاں بھی حاصل ہیں تو توہین رسالت کے قانون کو عنوان بنا کر ماحول کو کشیدہ کرنا اپنے پیر پر کلہاڑی مارنے والی بات ہے۔ اقلیت کو اکثریت کے ماحول میں ہی رہنا ہوتا ہے اور اکثریت سے بنا کر رکھنے میں ہی اقلیت کا فائدہ ہے۔ (ہفت روزہ "فرائیڈے اسپیشل"، کراچی - ۱۵ تا ۲۱ مئی ۱۹۹۸ء)

نصرت مرزا

مسیحیوں کے اشتعال انگیز رویے کے اسباب

پاکستان میں مسیحیوں کی تعداد ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق ساڑھے گیارہ لاکھ کے لگ بھگ تھی، اب ۱۹۹۸ء میں تیس لاکھ ہو گئی ہے۔ وہ پاکستان میں ایک پرامن اقلیت کے طور پر رہ رہے تھے، پاکستان کی حکومت اور پاکستان کے عوام کا رویہ ان کے ساتھ فیاضانہ رہا ہے۔ مسیحیوں کا پاکستان کے فلاحی کاموں میں حصہ لینا اچھا جانا جاتا ہے۔ انہوں نے سکول کھولے، ہسپتال بنائے اور دیگر رفاہی کاموں میں حصہ لیا، لیکن یہ ان کی حکمرانی کی ضرورت تھی، پھر مشنری سکولوں میں انگریزی پڑھائی۔ انگریزی کو پذیرائی حاصل تھی، اس لیے یہ سکول خوب پنپے اور آج بھی یہ سکول اپنے نظم و ضبط کی بنا پر اچھے مانے جاتے ہیں۔ عیسائی مشنریوں نے برصغیر کی ان آبادیوں کو عیسائیت پھیلانے کے لیے اپنی نظر میں رکھا جو مسلمانوں کی نظروں سے اوجھل تھیں، یا مشنری جذبوں کی میانی کی بنا پر مسلمان ان پر توجہ نہ دے سکے، یا پھر ان عیسائی مشنری سکولوں یا اداروں نے ان بچوں پر توجہ دی جن کا کوئی نہ تھا۔ اس طرح انہوں نے عیسائیت پھیلائی، ہمیں ان کے اس طرز عمل پر اگر کوئی اعتراض تھا تو اس پر کوئی عملی قدم اس لیے نہیں اٹھاتے تھے کہ مسلمانوں کے یہاں ایسے اداروں کا فقدان تھا جو ایسے یتیم بچوں کی پرورش کا کام کرتے۔ ان تمام باتوں کے باوجود مسلمانوں اور مسیحیوں کے تعلقات اچھے خاصے بہتر کہلائے جا سکتے تھے۔ حال ہی میں یکے بعد دیگرے وہ گستاخی